خوش آئند اقدام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

حق و باطل اور خیر و شر کا تقابل، تضاد و تصادم روزِ ازل سے چلا آ رہا ہے۔ ہر رخ کے پیروکار اپنے اپنے رخ پر لگاتار مصروفِ عمل چلے آ رہے ہیں۔ ایک طرف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام‘ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لیے آتے تھے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دور کرنے اور ہٹانے والے کفار بھی رہے ہیں۔ ایک طرف حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے خلفاء راشدین اور اُن کے متبعین تھے تو دوسری طرف ابولہب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ان کے نائبین بھی رہے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ اس وقت بے دین، بد دین، ملحدین، مغربی تہذیب کے دل دادہ، کفار کے اشارۂ ابرو پر ناچنے والے شر پسند عناصر سب متحد و منظّم ہو چکے ہیں اور اپنے مغربی ایجنڈے کو پاکستانی قوم پر مسلط کرنے کی تگ و دو اور کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف منبع خیر دینی، سیاسی و مذہبی جماعتیں اور تنظیمیں بکھری ہوئی اور الگ الگ راستوں اور شاہراہوں پر چل رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح تو کوئی بھی جماعت یا تنظیم انفرادی طور پر منزل مقصود نہیں پا سکتی تھی، کیونکہ منظّم شر کا مقابلہ منظّم خیر سے ہی ہو سکتا ہے۔ علمائے کرام کے ہاتھ میں قرآن کریم اور سنتِ رسول اللہؐ ہے اور مقابل میں مغربی تہذیب ہے جو سراسر جہل اور ہوا و ہوس پر مبنی ہے۔

کسی جماعت یا اتحاد کی دنیوی ترقی اور کامیابی کے لیے جو امور سنہری اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کا لحاظ رکھنا بہت اہم اور ضروری ہے، مثلاً:

www.banuri.edu.pk

۱:...... ماضی سے ربط ہو، تاکہ تاریخی وابستگی کی وجہ سے ہمارا قومی تشخص اور ملی جذبہ دونوں زندہ رہیں۔ یعنی کتاب وسنت پر سختی سے عمل ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو قرآن کریم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی منشأ اور مراد کو پورا کرنے والی جماعت ہے، ان کے نقش قدم کی پیروی ہو، اپنے اسلاف اور اکابر کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ! نہ صرف یہ کہ دنیا میں کامیابی وکامرانی ملے گی، بلکہ اس سے آخرت بھی سنورے گی۔

۲:......بحیثیت جماعت سب کی فکر اور عمل ایک ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا '' جب سب کی فکر ایک ہوگی، سب کا عمل ایک ہوگا تو اس سے جماعتی قوت مضبوط ہوگی، اس سے نتائج اور مقاصد تک پہنچنے میں بہت مدد ملے گی اور منزل قریب سے قریب تر ہوتی نظر آئے گی، خدانخواستہ اگر اب بھی اپنی اپنی آراء پر اصرار و جمود رہا اور اپنی اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے اور اڑے رہے تو ایسی صورت میں ماضی کی طرح ہماری حقیقی قوت پارہ پارہ ہو کر خلفشار کی نذر ہو جائے گی۔

۳:......اس اتحاد اور یکجہتی کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے ظاہری وباطنی اسبابِ قوت کی فراہمی بھی ضروری ہے، مثلاً: ظاہری وباطنی قوت کے اسباب میں سے ہے کہ ہر جماعت اپنے اپنے جماعتی کارکنوں کو تعلیم (خواہ وہ دینی ہو یا عصری) واخلاق، دعا وتضرع اور چھوٹے بڑے کی تمیز وتعظیم کے اسلحہ سے ضرور لیس کرے۔ جب ہر جماعت کے کارکنان تعلیم یافتہ، مہذب، باادب، بااخلاق اور تربیت یافتہ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور منوانے والے ہوں گے تو یہ کارکن مستقبل میں مسلم معاشرہ کی صحیح معنوں میں راہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں گے اور علمی وعملی میدان میں کوئی خلا باقی نہ رہے گا۔

۴:...... جہد مسلسل یعنی دین ودنیا کے مقاصد کے حصول کے لیے مسلسل ولگاتار سعی وعمل کرنا، کیونکہ انسان کے لیے دونوں جہانوں میں جو کچھ ملتا ہے وہ سعی وعمل سے ملتا ہے اور جو محنت وکوشش کرتا ہے، وہ ضرور اس کا ثمرہ ونتیجہ پاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کی جائے کہ دنیا کا حصول بقدرِ ضرورت ہو، اس لیے کہ جب ایک مسلمان دنیا سے حد سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کی ساری محنت اور تگ ودو اسی کے لیے ہوتی ہے، رفتہ رفتہ دین میں کمزوری آنا شروع ہو جاتی ہے، پھر جائز وناجائز، صحیح وغلط کے امتیاز میں غفلت اور سستی در آتی ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے، وہ موت کو بھول کر غافلوں کی طرح زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسا آدمی پھر ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر مقدم رکھتا ہے، اپنے اجتماعی تحفظ کو ذاتی تحفظ پر قربان کر دیتا ہے اور آخرت کی جزا وسزا سے تغافل برتنا شروع کر دیتا ہے۔ جس قوم کے افراد ایسے ہو جائیں تو پھر وہ قوم بحیثیت قوم فاتح اور غالب ہونے کی بجائے مفتوح اور مغلوب ہو جاتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے اور دنیا کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ موجودہ

دور میں حقیقتاً صرف دو ہی مذہب ہیں: ا:......اسلام۔ ۲:......مغربیت۔ باقی یہودیت، نصرانیت، ہندو اور سکھ وغیرہ اب مذہب نہیں رہے، بلکہ وہ قومیتیں ہیں، کیونکہ مذہب لائحہ عمل اور مخصوص تہذیب وتمدن کا نام ہے، جس پر زندگی گامزن ہے، اس لحاظ سے دنیا میں اسلام اور مغربیت' عمل کی دو شاہراہیں ہیں۔ پہلی شاہراہ حق اور دوسری شاہراہ باطل یا پہلی شاہراہ خیر اور دوسری شر ہے اور دونوں میں ٹکراؤ اور مقابلہ ہے۔ مغربیت کی پشت پر سیاست، دولت اور مضبوط پروپیگنڈہ ہے اور اسلام کی پشت پر چند غریب دین دار اور بے سروسامان علمائے کرام ہیں۔

ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں، بلکہ انسانیت کی اصلاح وفلاح صرف اور صرف قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے اور قرآن وسنت کے صحیح ترجمان اور راہنمائی کرنے والے علماء کرام ہیں۔ اس لحاظ سے اگر پوری ملت اسلامیہ کو ایک شخصیت کا وجود تصور کیا جائے تو علمائے کرام اس کا دل کہلائیں گے۔ جس طرح شخصی زندگی کے فرائض دل ادا کرتا ہے، اسی طرح پوری ملت کے متعلق فرائض بھی علمائے دین کے ذمہ ہیں، چاہے اس حقیقت کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

ا:......''ألا و إن فی الجسد مضغةً إذا صلحت، صلح الجسد كله و إذا فسدت، فسد الجسد كله ألا وهی القلب۔'' (صحیح البخاری، باب فضل من استبرأ لدینہ، جلد:۱،ص:۲۰،ط: دارطوق النجاۃ)

''خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ دل ہے۔''

اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

۲:......''ید اللّٰہ علی الجماعة''۔ (سنن النسائی، ج:۷،ص:۹۲،ط: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب)

''اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔''

جس طرح جسم کے فساد واصلاح کا دارومدار دل پر ہے، اسی طرح فسادِ ملت اور اصلاحِ ملت کا دارومدار علمائے کرام ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں علمائے کرام کے لیے بے شمار فضائل، اعزازات، مراتب ومقامات اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ علماء کرام متحد ہوں اور عوام پر ان کا اثر ہو، کیونکہ قوت' اتحاد اور ضعف' انتشار سے منسلک ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ا:...''وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔'' (الانفال:۴۶)

''اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو، پس نامرد ہوجاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو، بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔''

۲:...''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔'' (آل عمران:۲۰۰)

www.banuri.edu.pk

’’اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے،
تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔‘‘

اسی بات کا پاس اور لحاظ رکھتے ہوئے دیوبند مکتب فکر سے تعلق رکھنے والی تمام دینی جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کے سربراہوں اور قائدین کی مشاورت سے حضرت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری کی میزبانی میں ۱۸؍نومبر ۲۰۱۴ء کو اسلام آباد کے مقامی ہوٹل میں اجلاس رکھا گیا اور تمام جماعتوں کے سربراہوں کو اس میں مدعو کیا گیا۔ اس اجلاس میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم العالیہ کو بھی دعوت دی گئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب چونکہ بیرون ملک سفر پر تھے، آپ کی نیابت آپ کے بڑے صاحبزادے اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا سعید خان اسکندر صاحب نے کی۔ ان کے علاوہ اس اجلاس میں جن اہم شخصیات نے شرکت کی، وہ درج ذیل ہیں: جے یو آئی (ف) کے سربراہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن، جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق، اہل سنت والجماعت کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، وفاق المدارس العربیہ کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد حنیف جالندھری، شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، مولانا خواجہ خلیل احمد، جمعیت علماء اسلام (ف) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری، سیکرٹری اطلاعات حافظ حسین احمد، پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ مولانا زاہد الراشدی، مجلس احرار اسلام کے سید کفیل شاہ بخاری، روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر مفتی زرین خان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا اللہ وسایا، دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے مہتمم مولانا اشرف علی، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جمعیت علماء اسلام آزاد جموں وکشمیر کے امیر مولانا سعید یوسف، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، مولانا محمد امین ربانی، مولانا نذیر فاروقی، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا عمر قریشی، مولانا منیر احمد اختر، پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، قاضی مشتاق، قاضی ارشد الحسینی، مولانا عبدالعزیز اور دیگر جید علماء وقائدین۔

اس اجلاس کی صدارت قائد احرار حضرت مولانا عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری نے کی۔ اجلاس میں بحث وتمحیص کے بعد آٹھ نکاتی ایجنڈا بھی پاس کیا گیا جو مستقبل میں تمام جماعتوں کے لیے نکتۂ وحدت رہے گا:

۱:...... پاکستان کے اسلامی تشخص کا تحفظ اور اسلامی نظام کا نفاذ۔

۲:......قومی خودمختاری اور ملکی سالمیت ووحدت کا تحفظ، امریکہ اور دیگر طاغوتی قوتوں کے سیاسی اور معاشی غلبہ وتسلط سے نجات۔

۳:......۱۹۷۳ء کے دستور بالخصوص اسلامی نکات کی عمل داری۔

۴:......تحفظِ ختم نبوت، تحفظِ ناموسِ رسالت کے قوانین اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کی جدوجہد۔

۵:......مقام اہل بیت عظامؓ وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تحفظ۔

۶:......قومی تعلیمی نظام ونصاب میں غیرملکی کلچر کے فروغ کی مذمت اور روک تھام۔

۷:......فحاشی وعریانی کی روک تھام۔

۸:...... ملک کو فرقہ وارانہ نفرت انگیزی اور شیعہ سنی اختلافات کو فسادات کی صورت اختیار کرنے سے روکنا اس اتحاد کے مقاصد میں شامل ہے۔

اجلاس کی پہلی نشست میں ایجنڈے کے ساتھ ساتھ شرکاء اجلاس نے اس کارِخیر پر مجلس احرارِ اسلام اور قائد احرار حضرت مولانا عطاء المؤمن شاہ بخاری صاحب کی نہ صرف تحسین کی، بلکہ اس اجلاس بلانے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اتحاد کی ضرورت واہمیت پر زور دیا۔ پہلی نشست میں مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا عبدالرؤف، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے تفصیلی بیانات ہوئے، جبکہ قائد احرار امیر شریعت حضرت مولانا حافظ عطاء المؤمن شاہ بخاری صاحب نے اجلاس کے آغاز میں خطبۂ استقبالیہ دیا۔ تقریباً تمام زعماء نے اتحاد کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ نیز ملک کی مذہبی، فکری، معاشی اور سیاسی حالات کی طرف متوجہ کیا۔ ناقص اور غیرشرعی نظام ونصاب تعلیم، فحاشی وعریانی کی یلغار، ملکی جغرافیہ کو لاحق خطرات، مذہبی جماعتوں کے انتشار، علماء کرام، طلباء عظام کی شہادت اور قاتلانہ حملے جیسے موضوعات زیر بحث رہے۔ نیز علماء کرام کی ذمہ داریاں اور موجودہ حالات میں علماء کے کردار کی شدید ضرورت جیسے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اجلاس گویا زعماء ملت کو ان کے کارہائے منصبی اور فرائض کی طرف متوجہ کررہا تھا، ہر مقرر کی تقریر اخلاص اور درد بھری تھی۔

اجلاس کی دوسری نشست کا آغاز نمازِ ظہر کے تقریباً ایک گھنٹہ کے وقفہ سے ہوا۔ اس نشست میں مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، مولانا سعید خان اسکندر بن ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا زاہدالراشدی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، حضرت مولانا سمیع الحق اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے خطاب کیا۔ مذکورہ بالا زعماء کے علاوہ اجلاس سے مولانا مفتی حمیداللہ جان، مولانا اللہ وسایا، حافظ حسین احمد، مولانا زاہدالراشدی، مولانا سید کفیل شاہ بخاری، مولانا عبدالمجید قاسمی، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا حبیب الرحمٰن درخواستی، مولانا سعید یوسف نے بھی اپنی اپنی آراء اور خیالات کا اظہار فرمایا۔

مولانا حافظ عطاء المؤمن شاہ بخاری صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں شرکاء اجلاس سے

اجلاس کو مؤثر، کامیاب اور مفید بنانے کی اپیل کی اور بلوچستان وکراچی کے حالات پر شدید افسوس کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے کراچی اور بلوچستان کو انسانیت کا مقتل قرار دیا۔ اسی طرح لادین قوتوں کی جانب سے ملک کو سیکولر ریاست بنانے، ملک میں فحاشی وعریانی کے کلچر کو فروغ دینے، مذہبی منافرت پھیلانے، ملک بھر میں ایک کروڑ چھبیس لاکھ طلباء وطالبات کو مخلوط تعلیم دینے، اُنہیں موسیقی جیسے مخرب اخلاق فن سکھانے پر کڑی تنقید کی۔ انہوں نے ان تمام اقدامات کو اسلام اور پاکستان کے خلاف بیرونی قوتوں کا ایجنڈا قرار دیا۔ انہوں نے دینی قوتوں کو ان کے فرائض منصبی کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں متحد ومتفق ہونے کی جانب متوجہ کیا۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: کچھ سال قبل امریکہ یہ برملا اعلان کرچکا ہے کہ بیسویں صدی برطانیہ کے مفادات کے مطابق جغرافیہ کی تھی، جبکہ اکیسویں صدی امریکی مفادات کے مطابق جغرافیہ کی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ: وہ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ وہ ایک نئی مشرق وسطیٰ تشکیل دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: اس مقصد کے لیے شیعہ سنی تنازعات کو فسادات کی شکل دی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگ امریکہ کی ضرورت ہے، ہماری نہیں۔ امریکہ ہمیں مشتعل کررہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: حکمرانوں کو مذہبی امور سے کوئی دلچسپی نہیں، ہم نے سانحہ تعلیم القرآن کے بعد بار بار حکومت سے اس سلسلہ کے حل کے بات کی اور انہیں بتایا کہ اس سلسلہ کے حل کے لیے مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کی سربراہی میں بننے والی کمیٹی کی سفارشات خود میاں نواز شریف کے وزارتِ علیا کے زمانہ کا مسالک کے درمیان معاہدہ اور گلگت بلتستان میں تمام مکاتب فکر کی مشاورت سے بننے والا قانون موجود ہے، انہیں نافذ کیا جاسکتا ہے، لیکن اتنے سال گزرنے کے باوجود حکومت نے ایسا کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔ انہوں نے کہا کہ: قراردادِ مقاصد اور آئین پاکستان ہمارے اکابر کی کوششوں اور کاوشوں سے بنا۔ انہوں نے کہا کہ: مسلک دیوبند اس وقت عالمی قوتوں کا ہدف ہے، وہ مسلک دیوبند کو دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دے رہے ہیں، حالانکہ مسلک دیوبند ۲۰۱۱ء سے تمام جماعتوں اور اداروں کے متفقہ فیصلہ کے نتیجہ میں اعلان کررہا ہے کہ پاکستان میں مسلح جدوجہد مفید نہیں ہے، اس لیے دیوبندی علماء کو شہید کیا جارہا ہے، مجھ پر تین حملے ہوئے ہیں، میرا کیا قصور ہے؟ ہمیں متحد ہونا ہوگا۔ ہمیں بین الاقوامی طور پر چائنا کی ترقی سے فائدہ اٹھانا چاہیے، جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مملکتِ روم سے ہمدردی فرمائی، ہمیں بھی چائنا سے تعلق درست کرنا ہوگا۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: مسلک دیوبند نشانہ پر ہے اور ہم پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ہم اکابرین کے وارث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: جہاد علماء دیوبند کا شیوہ

www.banuri.edu.pk

رہا ہے، البتہ جہاد کی مختلف شکلیں ہیں، ہم جہاد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ: اس اتحاد میں تبلیغی جماعت اور خانقاہوں کو بھی شامل کیا جائے، انہوں نے اس اتحاد کو مبارک اور وقت کی ضرورت قرار دیا۔

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اپنے بیان میں فرمایا کہ آج کا اجلاس اپنے محاسبہ کا اجلاس ہے، جن لوگوں کو باہم رفیق ہونا چاہیے تھا، وہ فریق بن چکے ہیں۔ باہمی فاصلے' فیصلوں پر اثر انداز ہیں۔ ہم اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھا رہے، حالات کے ہم خود ذمہ دار ہیں، ہم قیمتی جانوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اتحاد کے لیے دو چیزیں نہایت ہی ضروری ہیں: ۱:......اخلاص، ۲:...... تواضع ۔ اصاغر کو اکابر کی اتباع میں چلنا ہوگا، نہ یہ کہ اصاغر' اکابر کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کریں۔ آج سب لوگ اس اجلاس کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں، ہمیں بھی وقفہ اجلاس میں دو رکعت نماز صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر کامیابی کے لیے دعا مانگنی چاہیے۔

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں جنرل سیکرٹری اہل السنّت والجماعت نے کہا کہ: ہمیں دنیا بھر کے مظلوم سنی مسلمانوں کے لیے پرامن جدوجہد کرنی چاہیے اور ان کے لیے آواز اٹھانا چاہیے، ہم سب سے زیادہ نشانہ پر ہیں، لیکن شیخ الہند کی روحانی اولاد ان چیزوں سے گھبرانے والی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ: ہم میں سے ہر ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر جماعت کے مزاج و مذاق کی رعایت رکھی جائے، جمعیت، تبلیغی جماعت، ختم نبوت، وفاق المدارس کے پروگراموں میں ہر ایک کے مزاج و مذاق کے مطابق شرکت کرنی چاہیے۔ ایسے ہی اہل السنّت والجماعت کے مذاق و مزاج کی بھی رعایت رکھی جائے۔ انہوں نے کہا کہ: ہماری جماعت کے بے شمار لوگ شہید کیے گئے، دو دو بھائی بھی اکٹھے شہید ہوئے، ہم سب متحد ہیں۔

اجلاس میں متفقہ طور پر تمام مذہبی جماعتوں اور اداروں کے سربراہوں پر مشتمل سپریم کونسل کی تشکیل کا اعلان کیا گیا، جس کی سربراہی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے سربراہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کے سپرد کی گئی جو مذکورہ بالا آٹھ نکات کے لیے جملہ جماعتوں اور اداروں کو متحد کر کے جدوجہد آگے بڑھائیں گے۔

اس کے علاوہ اس اجلاس میں ایک گیارہ رکنی رابطہ کمیٹی بنانے کا بھی فیصلہ کیا گیا جس کے سربراہ حضرت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری ہوں گے، جو سپریم کونسل کی راہ نمائی میں اس کے طے کردہ لائحہ عمل اور طریق کار پر عمل درآمد کے لیے ضروری امور سرانجام دے گی اور دیگر مسالک کی جماعتوں کے قائدین سے بھی رابطہ کرے گی۔ یوں یہ اجلاس حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

ان تمام جماعتوں کا اس ایجنڈے پر متحد و متفق ہونا نہ صرف دینی، سیاسی و مذہبی طبقہ کے لیے ایک

بہت بڑی خوش خبری اور خوش آئند اقدام ہے، بلکہ یہ پوری پاکستانی قوم کی آواز بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس اتحاد کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے اور دشمنوں وشریروں کے شر سے اس کی حفاظت فرمائے۔

کسی جماعت یا اتحاد کے لیے کن باتوں کو اہمیت ہونی چاہیے یا اس کے کیا راہنما اصول اور مختصر دستور العمل ہونا چاہیے، اس بارہ میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:

''ا:......شورائیت: کسی بھی قسم کا دینی، دنیاوی یا سیاسی قدم اٹھائیں تو اہل خیر وصلاح اور اہل دانش وخرد سے مشورہ کیے بغیر نہ اُٹھائیں اور اہل شوریٰ میں سے ہر شخص نہایت اخلاص کے ساتھ فی ما بینہٗ وبین اللہ اپنا مشورہ دے، اپنی بات منوانے کی فکر نہ کرے، نہ اپنی رائے پر خواہ مخواہ کا اصرار کرے، اگر صحیح اسلامی شوریٰ پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ! بہت سی گمراہیوں اور فتنوں کا سد باب ہوسکتا ہے، ان سب میں بڑا فتنہ عجب اور اعجاب بالرأی کا ہے۔ الغرض مخلصین کے لیے لازم ہے کہ اپنی رائے پر اصرار نہ کریں، بلکہ اپنی رائے کو متہم سمجھیں، مبادا اس میں نفس وشیطان کا کوئی خفی کید چھپا ہوا ہو۔

۲:......اعتدال: اگر پوری کوشش کے باوجود سب کی رائے متفق نہ ہوسکے اور اہل حق کی دو جماعتیں وجود میں آہی جائیں تو ہر جماعت اپنے کو قطعی حق پر اور دوسرے کو قطعی باطل پر نہ سمجھے، زیادہ سے زیادہ جس بات کی گنجائش ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مؤقف کو ''صواب محتمل خطأ'' اور دوسرے کے مؤقف کو ''خطأ محتمل صواب'' سمجھے اور دونوں طرف سے برابر یہ خواہش رہنی چاہیے اور کوشش بھی کہ تمام اہل حق ایک کلمہ پر متفق ہوجائیں۔

۳:......حکایات وشکایات سے احتراز: آج کل پروپیگنڈے کا دور ہے، پروپیگنڈے کے کرشمہ سے رائی کو پربت اور تنکے کو شہتیر بنا کر پیش کیا جاتا ہے، غلط افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلا کر ایک دوسرے کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو شخص اس فتنہ سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جب تک کسی حکایت وشکایت کے صحیح ہونے کا پورا وثوق نہ ہوجائے، اس وقت تک اس پر کان نہ دھرے، نہ اس پر کوئی کارروائی کرے۔ امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے لوگوں نے شکایت کی کہ ابن ملجم آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہا ہے اور قتل کی دھمکیاں دیتا ہے، آپ اسے قتل کرا دیجئے، فرمایا: ''کیا میں اپنے قاتل کو قتل کردوں''؟

اسی طرح اس قسم کی حکایات وشکایات کو نقل کرنا بھی امت کو فتنے میں ڈالنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسی قسم کے فتنوں کے بارے میں ہدایت فرمائی تھی:

''ستکون فتنٌ، القاعد فیھا خیر من القائم، والقائم فیھا خیر من الماشی، والماشی فیھا خیر من الساعی''۔ (صحیح البخاری، کتاب الفتن، ج:۲،ص:۱۰۴۸، ط: قدیمی)

’’بہت سے فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔‘‘

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے:

’’النائم فیہا خیر من الیقظان والیقظان فیہا خیر من القائم‘‘۔ (الصحیح لمسلم)

’’جو اُن میں سورہا ہوگا وہ جاگنے والے سے بہتر ہوگا اور جو جاگ رہا ہوگا وہ اُٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔‘‘

ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ میرے کسی قول وعمل سے امت کے درمیان افتراق کی خلیج وسیع نہ ہو، نیز اہل حق کو اس بات سے چوکنا رہنا چاہیے کہ اہل باطل ان کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر اپنا اُلو سیدھا نہ کرسکیں۔ جب اہل حق آپس ہی میں لڑنے لگتے ہیں تو اہل باطل کے لیے میدان صاف ہوجاتا ہے، اس لیے اہل حق کو اہل باطل کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بننا چاہیے کہ جوش میں اپنوں ہی کو بدنام کرنے لگیں، افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مرض یہی ہے کہ اپنوں سے بدگمانی رکھیں گے اور حق کے نام پر اہل حق سے لڑیں گے لیکن اہل باطل کے ساتھ مسامحت اور رواداری برتی جائے گی، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

۴:...... **اکرام واحترام:** ایک مسلمان اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اکرام واحترام کا مستحق ہے اور ہماری باہمی رنجشوں سے اس کے احترام کا حکم منسوخ نہیں ہوجاتا۔ سنن ابوداؤد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ:

’’إن من إجلال اللّٰہ تعالٰی إکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ وإکرام السلطان المقسط‘‘۔ (مشکوٰۃ، کتاب الآداب، ج:۲،ص:۴۲۳)

تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں داخل ہیں: سفید ریش مسلمان کی عزت کرنا، حامل قرآن کی عزت کرنا، جو نہ قرآن میں غلو کرے نہ بے پروائی کرے اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔

بہرحال اختلاف کی بنا پر کسی بھی مسلمان کی ہتک عزت جائز نہیں اور خاص طور پر علمائے دین کی بے حرمتی کرنا تو بہت ہی بری بات ہے۔ کوئی مخلص عالم دین ایک رائے رکھتا ہو تو اس پر سب وشتم کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام کا نہایت خطرہ ہے، ایسا شخص مخذول اور بے توفیق ہوجاتا ہے اور ایمان کی سلامتی مشکل ہوجاتی ہے۔‘‘ (بصائر وعبر، جلد اول، ص:۱۰۶، ۱۰۷، ط: مکتبہ بینات)

اگر ان اصولوں اور باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھا گیا اور اس کے مطابق عمل وکوشش کی گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ! کامیابی مقدر ہوگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد ونصرت ہمارے شامل حال رہے گی۔

أللّٰہم انصر مَن نصر دینَ سیدِنا محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منہم

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین